جامعہ حفصہؓ.....حقائق کیا ہیں؟

لوید مسعود ہاشمی

مورخہ 27 اپریل کو روزنامہ اوصاف میں لوید امان کا ایک مضمون ''یہ کیسی شریعت ہے'' نظر سے گزرا، موصوف نے مذکورہ کالم میں انتہائی جانبداری سے کام لیتے ہوئے اور حقائق کو مسخ کرتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ جامعہ حفصہؓ کا موجودہ پلاٹ چونکہ غیر قانونی ہے، اس لئے شریعت کا نعرہ اپنے اسی جرم کو چھپانے کیلئے بلند کیا گیا ہے۔

آیئے قارئین دیکھتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟

لال مسجد 1960ء میں تعمیر ہوئی اس وقت بلاشبہ اس میں نمازیوں کیلئے کافی جگہ تھی، مگر کچھ ہی عرصہ بعد مولانا عبداللہ شہیدؒ کی ہر دلعزیز شخصیت، انکی دینی خدمات اور برکات کی وجہ سے یہاں ہونے والے دینی اجتماعات میں جوق در جوق عوام الناس کھنچے چلے آتے، نتیجہ یہ ہوا کہ نماز جمعہ، عیدین اور دیگر تقریبات میں دھوپ، بارش اور گرمی میں لوگ کھلے آسمان میں کھڑے ہونے پر مجبور ہو گئے۔ مسجد کا کورڈ ایریا اس وقت کی تعداد کے لحاظ سے بالکل ناکافی لگنے لگا۔ اس سلسلہ میں لال مسجد انتظامیہ نے محکمہ اوقاف سے متعدد مرتبہ رابطہ کیا، مگر وعدوں کے باوجود نہ تو مسجد کیلئے کوئی نیا پلان بنایا گیا اور نہ ہی کوئی عملی پیش رفت کی گئی۔

لال مسجد انتظامیہ نے ضرورت اور انتہائی مجبوری کے تحت چند ناگزیر تعمیرات جیسے مؤذن کا کمرہ، صرف اور صرف یہ سوچ کر کیں کہ جونہی نئے پلان کے مطابق مسجد تعمیر ہوگی تو یہ تعمیرات گرادی جائیں گی اور اس سلسلہ میں سی ڈی اے کو تحریری یقین دہانی بھی کرائی جاتی رہی اور بار بار لال مسجد انتظامیہ کی جانب سے درخواست کی جاتی رہی اب مسجد نمازیوں کیلئے ناکافی پڑ رہی ہے اور اسکو وسیع کرنا ناگزیر ہوتا جارہا ہے، لیکن حسب دستور سی ڈی اے نے چونکہ ان درخواستوں پر غور نہیں کرنا تھا اس لئے یہ تمام درخواستیں ردی کی نظر ہوتی رہیں۔

لوید امان خان عجیب خیال عارفانہ سے کام لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔'' اگر لوگ زیادہ تعداد میں نماز جمعہ کیلئے آجائیں تو یہ لوگوں کا مسئلہ ہے نہ کہ لال مسجد والوں کا۔ لوگ اردگرد قائم شدہ مساجد میں بھی تو نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔'' غالباً لوید صاحب کا مدعا یہ ہے کہ جگہ مکمل ہونے کے بعد لال مسجد انتظامیہ دروازے پہ کھڑی ہو جاتی اور آنے والے نمازیوں کو ادھر ادھر ریفر کرنا شروع کر دیتی۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر یہی صورتحال ہر مسجد میں ہو تو اسکا موصوف کے نزدیک کیا ہوگا؟... ایک عام مسلمان بھی اچھی طرح سمجھتا ہے کہ نمازیوں کیلئے وضو، نماز کی سہولیات فراہم کرنا، مسجد کی توسیع وغیرہ مسجد انتظامیہ کا اولین فرض ہے اور جگہ کی تنگی کی صورت میں حکومت سے بات کرنا بھی مسجد انتظامیہ ہی کی ذمہ داری بنتی ہے کاش کہ موصوف نے بھی لال مسجد میں جمعہ پڑھا ہوتا تو سی ڈی اے کے ماسٹر پلان کے مفید ثمرات اچھی طرح ان پر آشکار ہو جاتے، سی ڈی اے کی ناقص پلاننگ اور اندازہ اس بات سے ہی لگا لیجئے کہ پورے بلیو ایریا میں ایک مسجد بھی پلان میں شامل نہ تھی۔ حالانکہ مسجد مسلمانوں کی اہم ترین اور بنیادی ضروری ہے۔ یہ لال مسجد کے مولانا عبداللہؒ ہی تھے کہ جنہوں نے اس ضرورت کا ادراک کیا اور انکی کوششوں سے آج وہاں دو مساجد ہیں۔ ان مساجد میں نماز پڑھنے والے جانتے ہیں کہ کئی منزلہ مساجد ہونے کے باوجود یہاں نماز کیلئے جگہ کم پڑ جاتی ہے، جسکی وجہ یہی ہے کہ پورے بلیو ایریا میں صرف دو مساجد اور یہ بھی نہ ہوتیں تو آج لوگ فٹ پاتھوں پہ نمازیں پڑھنے پر مجبور ہوتے۔ لوید امان صاحب سے گزارش ہے کہ کبھی سی ڈی اے کے ارباب بست وکشاد سے یہ سوال تو کریں کہ کیا وجہ ہے کہ اسلام آباد کی اکثر مساجد انتہائی ناقص اور بے وقعت زمینوں پر ہیں۔ آپ کھلی آنکھوں سے آج بھی دیکھ سکتے ہیں کہ اسلام آباد کی اکثر مساجد نالوں کے ساتھ والی گندی جگہوں پر

قائم ہیں، سی ڈی اے نے پلاننگ کرتے وقت جب کوئی پلاٹ ٹیڑھا پایا تو کہا کہ اسے مسجد کیلئے رکھ چھوڑتے ہیں، یعنی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالخلافہ میں ناکارہ اور بے وقعت پلاٹ مسجد کے لئے مختص کئے گئے... کیا کوئی یہ بتانا بھی پسند کرے گا کہ اسلام آباد میں کتنی مساجد ایسی ہیں جسے سی ڈی اے نے تعمیر کیا ہو؟

موصوف آگے لکھتے ہیں کہ ''لال مسجد سے ملحق شدہ نیشنل بک فاؤنڈیشن کا پلاٹ تھا۔عبدالرشید غازی نے دو چار مرتبہ سی ڈی اے سے ملحقہ پلاٹ کے حصول کیلئے بات کی حکومت نے واضح جواب نہ دیا تو عبدالرشید غازی نے ملحقہ زمین پر نصب راکٹرز کا رز کا بورڈ اکھاڑ کر نالے میں پھینک دیا اور راتوں رات اس پر چار دیواری تعمیر کر کے قبضہ کر لیا''۔بورڈ اٹھا کر نالے میں پھینکنا اور راتوں رات قبضہ کرنا کے جملے انہوں نے ایسے استعمال کئے ہیں کہ جیسے وہ اس واقعے کے چشم دید گواہ ہیں، لگتا ہے کہ یہ جملے موصوف نے اپنے سرپرست کسی سرکاری ایجنسی سے مستعار لئے ہیں کیونکہ پاکستان کے عوام جانتے ہیں اکھاڑ پچھاڑ اور قبضے کرنا موصوف کے سرپرستوں کا شیوہ اور وطیرہ ہے، جبکہ اصل حقیقت تو یہ ہے'' کہ جامعہ حفصہؓ کیلئے 1989ء میں CDA نے زمین الاٹ کی تھی، زمین کی الاٹمنٹ کے وقت یہ بات واضح تھی کہ یہ خواتین کا ادارہ ہوگا۔واضح رہے کہ جامعہ حفصہؓ اپنی طرز کا واحد ادارہ ہے جس میں طالبات سے کسی قسم کی کوئی فیس نہیں لی جاتی۔نیز دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے، اسکے ساتھ بچیوں کے تمام اخراجات قیام و طعام اور کتابوں تک کی کفالت جامعہ حفصہؓ کی ذمہ داری ہے۔یوں جامعہ حفصہ مکمل طور پر ایک غیر منافع بخش (Non Comercial) تعلیمی ادارہ ہے۔جامعہ حفصہؓ کے بلند تعلیمی معیار کی بدولت، اسکی تعداد میں شاندار ترقی ہوئی، لیکن جوں جوں ترقی ہوتی گئی توں توں انتظامی مسائل بھی پیدا ہوتے گئے ان مسائل کا حل مسٹر امان صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں'' عبدالعزیز اور عبدالرشید غازی کا کہنا ہے کہ چونکہ طلبہ و طالبات کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے اس لئے انکی رہائش اور تدریس کیلئے زیادہ جگہ کی ضرورت تھی۔سیدھی سی بات ہے اگر زیادہ جگہ دستیاب نہیں تھی، تو دونوں بھائیوں کو کس نے کہا تھا کہ وہ یہ تعداد بڑھاتے جائیں اور پھر جگہ کی کمی کا مطالبہ کرنے لگیں اگر جگہ کم تھی تو وہ لوگوں کے بچوں کو اپنے ہاں داخلہ نہ دیتے بلکہ اردگرد جن مساجد یا مدارس میں جگہ تھی وہاں بھیج دیتے'' واہ اسے کہتے ہیں'' نہلے پہ دہلا'' پیارے قارئین بی بی سی کے ایک پروگرام میں جب کمپیئر نے صدر پرویز مشرف سے کہا کہ ملک میں مہنگائی بہت زیادہ ہوگئی ہے اب دیکھیں ٹماٹر بھی بہت مہنگے ہوچکے ہیں، تو صدر محترم کا جواب تھا کہ ٹماٹر کھانا چھوڑ دیں۔

لگتا ہے کہ موصوف کالم نگار دینی مدارس کی صدیوں پرانی روایات سے قطعاً تہی دست و تہی دامن ہیں۔تمام مدارس کا اصول ہے کہ اگر کوئی بچہ یا بچی کسی مدرسے کے تعلیمی معیار اور انتظامیہ پر 100% اعتماد کر کے داخلے کی خواہش کا اظہار کرے تو حتی الوسع اسے رد نہیں کیا جاتا بلکہ جہاں تک ممکن ہو اسے اسلامی علوم اور احادیث نبویؐ سے سیرابی کے مواقع مہیا کئے جاتے ہیں۔اس کے باوجود ہر سال جامعہ فریدیہ و حفصہؓ سے ہزاروں طلبہ و طالبات جگہ کی تنگی کے باعث داخلہ نہ ملنے کی وجہ سے دکھی جذبات لئے واپس لوٹ جاتے ہیں۔جگہ کی سخت قلت کے باعث جامعہ فریدیہ و حفصہؓ میں خیمے نصب کئے گئے ہیں۔

لال مسجد انتظامیہ کا زمین کے حصول کیلئے سی ڈی اے کے ارباب بست وکشاد سے ملاقاتیں اور درخواستیں دینے کا عمل آج تک جاری ہے۔اسی سلسلے میں 22 جنوری 1997ء کو مولانا عبداللہ شہیدؒ نے سی ڈی اے کو ایک درخواست دی تھی جن کے ساتھ مبلغ 10,000 روپے کا ڈرافٹ بھی منسلک تھا۔

اس سے اندازہ لگایئے کہ حضرت عبداللہ شہیدؒ یہ زمین قیمتاً لینے میں کتنے مخلص تھے۔مگر افسوس کہ CDA کے کرپٹ افسران کی نااہلی کے باعث دینی کام کیلئے دی جانے والی یہ تمام درخواستیں تو سرخ فیتہ پالیسی کا شکار ہوتی چلی گئیں، جبکہ ایک دوسرے ادارے کو

کے پیٹ میں مروڑ کیوں اٹھ رہے ہیں، کہ لو یہ امان حلفا کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے کیا کسی محافظ کے ہاتھوں میں غیر لائسنسی اسلحہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ ..... موصوف جن کا حق نمک ادا کرنے کی خاطر مقتدر علماء پر فقرے بازی کر رہے ہیں کیا وہ ان سے پوچھنا پسند کریں گے کہ یہ وزراء کی فوج ظفر موج نے جو اپنی حفاظت پر مسلح لشکروں کے لشکر مقرر کر رکھے ہیں وہ کس قانون کے تحت ہیں؟ کیا ایک عالم دین کی زندگی کسی وزیر مشیر سے کم قیمتی ہے؟ مولانا عبدالعزیز وہ شخصیت ہیں کہ جنکے پیچھے جمعہ پڑھنے والے نمازیوں کی تعداد اسلام آباد میں سب سے زیادہ ہوتی ہے ..... مولانا عبدالعزیز اور علامہ عبدالرشید غازی مدتوں سے اسلام آباد کے رہائشی ہیں لیکن آج تک کسی آنکھ نے انہیں کسی بھی دور کے حکمرانوں کی چوکھٹ پر چکر لگاتے ہوئے نہیں دیکھا، یہ اسلام آباد میں رہ کر بھی سیکولر لادینی روشن خیالی کے سیلاب کے سامنے سینہ سپر رہے، ان کی انہیں اداؤں کو جہاں قوم نے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا ..... وہاں یہ لادینی قوتوں کی آنکھوں کا کانٹا بھی بن گئے، اسلام آباد کی فضاؤں کو بہت سے ایسے چہرے یاد ہیں کہ جو پیسے پیسے کو محتاج تھے... لیکن انہیں اسلام آباد کی سرزمین ایسی راس آئی کہ وہ لاکھوں اور کروڑوں کے مالک بن گئے، مگر مولانا عبداللہ شہیدؒ اور انکے یہ دونوں فرزند، اسلام آباد سے دولت سمیٹنے کی بجائے یہاں پر، علم و عمل تقویٰ اور محبت کی دولت بانٹتے رہے، ڈالروں کے غلام کیا جانیں کہ علم بانٹنے والوں کی قدر و قیمت کیا ہوتی ہے؟ کسی بھی کالم نگار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مولانا عبدالعزیز، کے نفاذ شریعت کے طریقہ کار سے اختلاف کرے لیکن ان کی شخصیت پر طنز آ قلم اٹھانے والوں کو اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر جھانکنا چاہئے کہ ان کی بات تو انکی اپنی بیوی نہیں مانتی... جبکہ مولانا عبدالعزیز کی ہزاروں طالبات نفاذ شریعت کے مسئلے پر مر مٹنے کیلئے تیار ہیں، اور یہ کہنا کہ ان ہزاروں بچیوں کی برین واشنگ کی گئی ہے حماقت کے سوا کچھ نہیں، سیکولر لادینی قوتوں کے نمائندے وہ لافانی جذبے سمجھ ہی نہیں سکتے کہ جو اسلام کی محبت میں تڑپنے والوں کے سینوں میں بیدار ہوتے ہیں، اگر جامعہ حفصہؓ کی یہی طالبات میراتھن ریس میں دوڑنے کیلئے شامل ہوتیں تو پھر ان کی برین واشنگ کا کوئی الزام نہ لگاتا، آج اگر یہی بچیاں جذبہ اسلامی سے سرشار ہو کر نفاذ شریعت کا مطالبہ کر رہی ہیں تو یار لوگ ان کی برین واشنگ کا الزام عائد کر رہے ہیں، عورتوں کی غلط برین واشنگ مغربی روشن خیالی کے پیروکار کرتے ہیں کبھی انہیں میراتھن ریس کے نام پر اکسانے کی کوشش کی جاتی ہے... کبھی انہیں محبت کی شادی کے نام پر بھڑکانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور کبھی انہیں مغربی حقوق کے نام پر دھوکا دیا جاتا ہے، لادینی قوتوں کے نمائندے اس بات کو ہضم ہی نہیں کر پا رہے کہ جس ملک کو انہوں نے اپنی جاگیر سمجھ رکھا تھا اس ملک کے دارالحکومت میں ہزاروں برقعہ پوش بچیاں دین کے نفاذ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کیلئے تیار ہیں خواتین کے اس جذبہ حریت کو برین واشنگ کہنے والے دراصل زمینی حقیقت سے نظریں چرا رہے ہیں باقی رہ گئی پہلے اور آج کے زمانے کے مردوں میں فرق کی بات، تو پہلے زمانے میں محمد بن قاسمؒ اور طارق بن زیادؒ جیسے بھائی ہوا کرتے تھے اور آج کے زمانے میں لو یہ امان جیسے کالم نگار پائے جاتے ہیں کہ جو غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے اپنی مسلمان بہنوں کے جذبہ اسلامی کی توہین کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے... جب ایسا فرق موجود ہو تو پھر مجبوراً بہنوں کو دفاعی لائن بنانا ہی پڑتا ہے، لو یہ امان کو ٹی وی چینلز پر آ کر تھرکنے والی عورتوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اشتہارات میں نسوانیت کا مذاق بننے والی عورتوں پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے، جو عورت گھر کی رونق تھی، اسکے شمع محفل بن جانے پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے، این جی اوز کی نمائندہ بن کر یورپ کے ڈالر لوٹنے والیوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن انہیں اعتراض ہے تو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان روحانی بیٹیوں پر کہ جو وطن عزیز میں نفاذ شریعت کا مطالبہ کر رہی ہیں، مجھے ایسے کالم نگاروں کی سطحی سوچ پر ترس آتا ہے۔

بڑی خاموشی سے صرف چھ لاکھ کے عوض ایک پلاٹ دے دیا گیا، 2004ء میں CDA کے ممبر پلاننگ بریگیڈیئر نصرت اللہ صاحب نے جامعہ حفصہؓ کا تفصیلی دورہ کیا جس میں انہوں نے برملا اعتراف کیا کہ واقعتاً جامعہ میں جگہ کی سخت قلت ہے۔

جامعہ حفصہؓ کے ساتھ خالی پلاٹ کے بارے میں بعض CDA افسران نے لال مسجد انتظامیہ کو یہ تسلی بھی دی کہ اس پلاٹ پہ سب سے پہلا حق حفصہؓ کا بنتا ہے۔لہٰذا یہ جگہ مدرسہ کے علاوہ کسی اور کو ہرگز نہیں دی جائے گی۔لیکن سی ڈی اے کی پھرتیاں ملاحظہ فرمایئے کہ یہی پلاٹ چھ لاکھ روپے میں نیشنل بک فاؤنڈیشن کو الاٹ کر دیا گیا۔حالانکہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ خواتین کے کالج یا ادارہ کے مین گیٹ کے ساتھ کسی دوسرے ادارے کو جگہ نہیں دی جاسکتی۔نیز حق شفعہ کے تحت بھی جامعہ حفصہؓ زمین کے اس ٹکڑے کا پہلا حق دار تھا۔علاوہ ازیں، لال مسجد انتظامیہ طویل عرصے سے مذکورہ پلاٹ کی الاٹمنٹ کی کوششوں میں مصروف تھی اور قیمتاً لینے کو تیار تھے، لال مسجد والوں کا یہ مؤقف کہ جامعہ حفصہؓ میں پڑھنے والی بچیاں انکی رشتہ دار نہیں ہیں اور نہ ہی یہ انکا ذاتی مسئلہ ہے، یہ قوم کی بچیاں ہیں جنکی تعلیم کے علاوہ کھانے پینے، سونے، کپڑے اور طبی ضروریات کا بھرپور خیال رکھا جاتا ہے، ایک اسلامی مملکت میں دینی تعلیم حکومت کی ذمہ داری ہے جبکہ یہ حضرات حکومت کے کرنے کا یہ بوجھ اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے ہیں۔لو ید امان صاحب کچھ وقت اگر مولانا عبدالعزیز کے ساتھ گزار لیں اور انکے رہن سہن، کھانے پینے کو دیکھ لیں تو انکو اندازہ ہو جائیگا کہ گیارہ ہزار طلباء و طالبات کے تعلیم و تربیت کیلئے ماہانہ ستر اسی لاکھ کے خرچ کرنے والا یہ شخص اپنی ذات پر کتنا خرچ کرتا ہے۔یہ لوگوں کا مولانا عبدالعزیز پر انتہا درجے کا اعتماد ہے کہ لوگ ماہانہ اتنی رقم انہیں دے جاتے ہیں، یہی نہیں بلکہ اعتماد کا یہ عالم لو ید امان صاحب کہیں اور دکھا سکتے ہیں کہ لوگ جو اپنی بچیوں کے معاملات میں انتہائی حساس ہوتے ہیں اور صرف ایک دن کیلئے اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں چھوڑنے کے روادار نہیں ہوتے، انہوں نے بے دھڑک اپنی بچیوں کو مولانا کی سرپرستی میں دے رکھا ہے۔

سی ڈی اے کے سرخ فیتہ نظام سے تنگ آ کر، شاید مجبوریوں کے تحت، انتظامیہ لال مسجد، مذکورہ پلاٹ کو جامعہ حفصہؓ کیلئے استعمال میں لے آئے۔مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کالجز اور یونیورسٹیز کو کئی کئی ایکڑ زمین مفت دے دی جاتی ہے لیکن ایک خالص اسلامی تعلیمی ادارہ، جو ہزاروں طالبات کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنیوالی بے لوث NGO ہے، کو بار بار درخواستوں کے باوجود چند مرلے کا پلاٹ نہیں دیا جاسکتا۔کیا لو ید امان صاحب یہ بتانا پسند کریں گے کہ حکومت نے اسلام آباد میں دینی تعلیم کے اداروں کیلئے کتنے پلاٹ مختص کئے؟

اسلام آباد میں سیکٹر ای سیون، ماسٹر پلان کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے بنایا گیا ہے۔جناح سپر مارکیٹ میں ایک 4منزلہ شیشے کی عمارت ناجائز طور پر تعمیر کی گئی ہے، آئی ایٹ میں گرائی جانے والی مسجد کے پلاٹ کو بھی CDA ناجائز طور پر ایک شاپنگ پلازہ میں تبدیل کرنا چاہتی ہے۔مسجد الصفا آئی ایٹ کو صرف اس وجہ سے شہید کیا گیا کہ سی ڈی اے کے ایک بڑے افسر کیلئے پلاٹ نکالا جائے، ایف نائن پارک جہاں کسی قسم کی کمرشل تعمیرات نہیں ہوسکتیں وہاں میکڈونلڈ نے اپنا ریسٹورنٹ تعمیر کیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ فارم ہاؤسز کے نام پر شہزادا ؤن اور گردونواح میں وسیع و عریض اراضی حاصل کر کے ہمارے حکمرانوں نے عظیم الشان محلات کھڑے کر رکھے ہیں۔کیا یہ سب کچھ غیر قانونی نہیں ہے؟ ایجنسیوں کے اشارے پہ نفاذ اسلام کے اہم مسئلہ سے توجہ ہٹانے کیلئے، زمین، سیوریج، اور ڈنڈے جیسے شوشے چھوڑنے والے قلمکاروں سے میرا سوال ہے کہ مراعات یافتہ طبقے کے ان غیر قانونی قبضوں کے خلاف لکھتے وقت آپ کے ہاتھ کیوں کپکپاتے ہیں؟

مولانا عبدالعزیز اور عبدالرشید غازی کے والد محترم لال مسجد کے سابقہ خطیب مولانا عبداللہؒ کو دن دیہاڑے ان کے گھر کے سامنے گولیوں سے بھون ڈالا گیا اگر لائسنس یافتہ اسلحہ بردار محافظ ان دونوں بھائیوں نے اپنے پہرے پر متعین کئے ہیں تو جناب